بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

روزنامہ الفضل

قادیان

یوم چہارشنبہ

جلد ۳۴	۱۹ ماہ احسان ۱۳۲۵ ہش	۱۸ رجب ۱۳۶۵ھ	۱۹ جون ۱۹۴۶ء	نمبر ۱۴۲

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۸ ماہ احسان۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق آج ۹ بجے شب کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت سردرد اور اسہال کی وجہ سے ناساز ہے۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آج حضور نے دس اصحاب کو شرف ملاقات بخشا۔ کل بعد نماز مغرب حضور مجلس مذہب و سائنس کے جلسہ میں تشریف لائے جناب ڈاکٹر عبد الاحد صاحب کی تقریر پسند فرمائی۔ اور بعض اسلامی صداقتوں کا ذکر فرمایا۔ جنکی سائنس کی تحقیقات سے تصدیق ہوئی ہے۔

— حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

— حضرت ام وسیم احمد صاحبہ کی طبیعت بدستور علیل ہے۔ احباب خاص طور پر دعا فرماتے رہیں۔

— افسوس خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خان صاحب ایم۔ اے بنگالی کل رات ۶۴ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت مخلص اور احمدیت کے پُرجوش خادم تھے۔ آج دس بجے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ اور آپکو قطعہ خاص میں دفن کرنے کی اجازت بخشی احباب درجات کی بلندی کے لئے دعا کریں — آج مکرم کریم بخش صاحب پہلوان کی لاش لاہور سے لائی گئی۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ بلندی درجات کے لئے دعا کی جائے۔

ہندو مسلم اتحاد اور کانگرس

(از ایڈیٹر)

ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اور اکثریت ہی چونکہ اقلیت کو اپنے سلوک اور اخلاق سے اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ اور اس اکثریت کی نمائندہ کانگرس ہے۔ اس لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس وقت جبکہ وزارتی مشن ہندوستان کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے یہاں آیا۔ اپنے ایک نہایت اہم مضمون میں کئی بار اور مختلف رنگوں میں کانگرس کو مخاطب کر کے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت اور اہمیت واضح فرمائی۔ چنانچہ حضور نے رقم فرمایا

”میں ہندو بھائیوں سے اور خصوصاً کانگرس والوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کانگرس کے تُو مسٹر گاندھی نے اور کچھ بھی نہ کیا ہو۔ تو پھر بھی انہوں نے اس پر یہ احسان ضرور کیا ہے کہ اسے اس اصل کیطرف ضرور توجہ دلائی ہے کہ ہمارے فیصلوں کی بنیاد اخلاق پر ہونی چاہیئے نہ کہ دھمکیوں پر“

اس کے بعد کانگرس والوں پر اپنی اس دلی خواہش کا اظہار فرمایا۔

”میں اس بات کے حق میں ہوں کہ ہو سکے تو باہمی سمجھوتہ سے ہم لوگ اسی طرح اکٹھے رہیں۔ جس طرح کئی سو سال سے اکٹھے چلے آ رہے ہیں۔“

پھر فرمایا۔ ”میں ہندوؤں کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل ان کے ساتھ ہے ان معنوں میں کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ ہندو مسلمانوں میں آزادانہ سمجھوتہ ہو جائے۔ اور یہ سوتیلے بھائی اس ملک میں سگے بنکر رہیں۔“

نیز فرمایا۔ ”میں اس امر کے حق میں ہوں کہ جس طرح ہو ہندوستان کے متحد رکھنے کی کوشش کی جائے۔“

اور آخر میں لکھا۔ ”یہ وقت سنجیدگی سے اس امر پر غور کرنے کا ہے کہ کس طرح ہمارا ملک آزاد ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح ہر قوم خوش رہ سکتی ہے اگر ایسا نہ ہوا تو ہم صرف قید خانہ بدلنے والے ہونگے“

ان اقتباسات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے دل میں ہندوستان کی آزادی اور ہندو مسلم اتحاد کا جذبہ کس قدر موجزن ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرنے والے لیڈر ہندو مسلم اتحاد کی قدر و قیمت جانتے ہوئے بھی جب عملی میدان میں اترتے ہیں تو سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی خاطر ہندو مسلم اتحاد اور ایک دوسرے پر اعتماد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کی آزادی پیچھے سے پیچھے ہوتی جا رہی ہے۔

وزارتی وفد کے سامنے ہندو مسلم متفقہ سمجھوتہ کا پیش نہ ہونا ہی کوئی کم افسوسناک بات نہ تھی۔ اور اس طرح وفد کو اپنا فیصلہ جاری کرنے کی دعوت دینا ہی جذبہ آزادی کی شدید ہتک تھی۔ کہ اب اتنی سی بات پر کانگرس اپنا سارا زور صرف کر رہی ہے کہ مرکز میں مسلم لیگ کو کانگرس کے برابر نمائندگی نہ دی جائے۔ اور اسی کو باقی تمام تجاویز یعنی ہندوستان کی آزادی کے رد و قبول کی بنیاد قرار دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اعلان ہو چکا ہے کہ کانگرس اور وزارتی وفد میں جو اہم آئینی گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اسکی کامیابی یا ناکامی کا دار و مدار اسی بات پر ہے۔ کہ جو اب بر منحصر ہے۔ جو صدر کانگرس مولانا آزاد کیطرف سے وفد اور وائسرائے کو لکھی گئی۔ اور جس میں کانگرس پریذیڈنٹ نے عارضی حکومت میں مسلم لیگ اور کانگرس یا ہندوؤں اور مسلمانوں کی برابری کی تجویز کی پُرزور مخالفت کی ہے۔

گویا وزارتی وفد کی پیش کردہ تجاویز کے متعلق کانگرس کو یہ اعتراض نہیں۔ کہ یہ ہندوستان کی کامل آزادی کے مطالبہ کو پورا نہیں کرتیں۔ نہ یہ شکوہ ہے کہ ان میں برطانیہ کو ہندوستان کے معاملات میں بہت کچھ دخل دینے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ بلکہ اسکی ساری قوت غور و فکر اس بات پر صرف ہو رہی ہے کہ عارضی حکومت میں ہندو مسلمانوں کو برابر نمائندگی نہیں ملنی چاہیئے۔ کیوں اس لئے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اور اکثریت کو اقلیت کے برابر قرار دے دینا جمہوریت کے اصول کے خلاف ہے۔ چنانچہ کہا جا رہا ہے کہ آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کو صرف ⅓ نشستیں مل سکتی ہیں۔ لیکن کانگرس ⅖ دینے کو تیار ہے۔ اس سے زیادہ حق تسلیم نہیں کرتی۔

تعجب ہے کہ اس بات پر اصرار کرتے ہوئے کانگرس اپنا یہ دعوے بھی بھول گئی۔ کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم ہے ہندوستانی۔ اور کانگرس سب کی نمائندہ ہے اگر وہ اس دعوے پر قائم ہے۔ تو اسے یہ دیکھنا چاہیئے کہ عارضی حکومت میں بلحاظ مذہب و ملت کانگرسی ممبر کتنے لئے جائینگے۔ ظاہر ہے کہ سکھ اچھوت اور ہندوستانی عیسائی ممبر بھی کانگرسی ہونگے۔ اور اگر کسی کانگرسی مسلمان کو لیا جائیگا۔ تو وہ بھی کانگرس کا ممبر ہوگا۔ اس طرح یقیناً کانگرس مسلم لیگ کے برابر نہ رہیگی بلکہ بڑھ جائیگی۔ مگر یہ بات کانگرس والوں کو سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اور اس وجہ سے وہ لوگ بھی کانگرس سے بدظن ہونے لگے ہیں۔ جو ابھی تک اسکے گن گا رہے تھے۔ چنانچہ شرمندگی اور ندامت کے احساس کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔ کہ ”اگر گاندھی جی کے قول کے مطابق برطانوی مشن کی تجاویز بہترین دستاویز ہیں۔ اور اگر یہ تجاویز ہندوستان کی آزادی کامل کے مقصد کو قریب تر لاتی ہیں تو عارضی حکومت کی ایک نشست پر ہندوستان کے مستقبل کو قربان کر دینا کہاں کا انصاف ہے اور کانگرس کے متعلق بین الاقوامی رائے کیا ہوگی۔ ہندو اگر متحدہ ہندوستان کے قیام اور ایک مرکز کے قیام اور نو محکموں کو مرکز کی تحویل میں رکھنے کے باوجود عارضی حکومت میں چند دنوں کے لئے مساوات کا اصول نہیں مان سکتے۔ تو مخالفین کے اس اعتراض کا کیا جواب دیا جائیگا۔ کہ کانگرس آزادی کے بجائے ہندو اقتدار کی خواہاں ہے اور وہ ہندوستان کے اقتدار میں دوسرے فرقوں کو برابر کا ساجھی نہیں سمجھتی۔“ ایسی صورت میں ان مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ جو ابھی تک کانگرس سے وابستہ ہیں۔ اور اسکی حمایت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے متعلق

عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

ایڈیٹر — غلام نبی

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس علم و عرفان

۱۶ ماہ احسان ۱۳۲۵ ہش مطابق ۱۶ جون ۱۹۴۶ء

سیٹھ محمد صدیق صاحب کے لئے دعا

آج مجلس میں آلہ نشر الصوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ حضور نے اس کے متعلق اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے دین کی بات ہوتی ہے۔ دو سال سے ہمارے بعض دوستوں نے مجلس کے لئے لاؤڈ سپیکر لگانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ لیکن کسی نہ کسی وجہ سے انہیں اس وعدہ کو ایفا کرنے کی توفیق اب تک نہ مل سکی۔ شاید دو ماہ کا عرصہ ہوا ہوگا۔ میں نے مجلس میں اس امر پر افسوس کا اظہار کیا۔ کہ ابھی تک لاؤڈ سپیکر کا انتظام نہیں ہو سکا۔ اس پر سیٹھ محمد صدیق صاحب کلکتہ والوں نے درخواست کی کہ انہیں لاؤڈ سپیکر کا انتظام کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے ان کو یہ توفیق عطا کی۔ اور آج لاؤڈ سپیکر لگ گیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ جس طرح انہوں نے ہماری آواز لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی آواز سنکر اس پر مزید عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ در اصل اعمال کے پیچھے نیت کی جو سنجیدگی اور اخلاص ہوتا ہے۔ وہ کبھی ضائع نہیں جاتا۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ بعض نیک کام کسی کو دوسروں کی نسبت پہلے کرنے کا موقع دے دیتا ہے۔

اظہار خوشنودی

اس کے بعد حضور نے اس امر پر بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ کہ سنتوں کی آخری رکعت میں نوجوانوں کا قطار سے آگے بڑھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے جو شور سا پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ آج نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں حضور نے فرمایا۔ دیکھنے والی بات یہ ہے۔ کہ جو سبق نوجوانوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ کب تک انہیں یاد رہتا ہے۔ کیونکہ اصل نیکی وہی ہوتی ہے۔ جس کا اثر دیرپا اور مستقل ہو۔ اگر بار بار یاد دلانے کی ضرورت پڑتی رہے۔ تو یہ مومن کا حقیقی مقام نہیں ہوتا۔ نوجوانوں کو ایسے رنگ میں اخلاق سیکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ کہ وہ ان کے اندر جڑ پکڑ جائیں۔ تاکہ پھر ان کو یاد دلانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یاد رکھو مومن کیفیت کے تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ کیفیت اس کے تابع ہوتی ہے۔ ویسے بھول کر کبھی کوئی غلطی کر بیٹھنا الگ بات ہے۔ ورنہ عادتاً مومن کو نیکیوں پر قائم رہنا چاہیئے۔

اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے

اصل چیز یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنی زندگی کا محاسبہ کرتا رہے۔ کہ روحانیت میں کس قدر ترقی ہو رہی ہے۔ میں جماعت کے روحانیت میں ترقی کرنے کے متعلق غور کر رہا تھا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ جماعت میں بہت سے ایسے لوگ تھے۔ جو جوانی کی عمر میں بہت اخلاص اور جوش رکھتے تھے۔ لیکن جوں جوں ان پر بڑھاپا آتا گیا۔ ان کی ایمانی حالت کمزور ہوتی گئی۔ حالانکہ یہ قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انسان اخلاص کے ساتھ ایک نیکی کرے۔ اور پھر خدا تعالےٰ اس کے اجر میں اسے اور نیکیاں کرنے کی توفیق نہ دے۔ ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ایمان ذاتی اور دوسرا ایمان جزائی۔ جب انسان تقویٰ اور اخلاص کے ساتھ ذاتی ایمان کا ثبوت دیتا ہے۔ اور نیکیاں کرتا ہے۔ تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کو مزید غیر معمولی ایمان عطا فرما دیتا ہے۔ اور اسے پہلے سے بڑھ کر نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ یہ ایمان جزائی ہوتا ہے۔ جو ذاتی ایمان کی جزا کے طور پر انسان کو ملتا ہے۔ اگر کسی کو یہ جزائی ایمان نہ حاصل ہو اور عمر کے انحطاط کے ساتھ اعمال صالحہ میں بھی کمزوری آ جائے۔ تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ضرور اعمال میں کوئی ایسا نقص اور کمزوری تھی۔ جس کی وجہ سے وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے جزائی ایمان سے محروم رہا۔ ورنہ یہ خلاف عقل بات ہے۔ کہ انسان بیج بوئے اور پھر اس کا پھل نہ حاصل ہو۔ جسمانی لحاظ سے تو انسان پر بڑھاپے میں کمزوری آ جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بڑھاپے میں روزہ نہ رکھ سکے۔ نماز کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے۔ تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے۔ لیکن روحانیت کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ نے یہی قاعدہ بنایا ہے کہ اگر جوانی کی عمر میں انسان صحت نیت کے ساتھ اعمال صالحہ کرے۔ تو بڑھاپے کی عمر میں اس کی روحانیت پہلے سے بہت ترقی کر جاتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک وہ زمانہ بھی تھا۔ جب آپ چھ چھ ماہ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔ لیکن پھر ہم نے وہ حال بھی دیکھے۔ جب بیماری کی وجہ سے رمضان کا ایک روزہ بھی نہ رکھ سکتے تھے۔ لیکن یہ تو جسمانی انحطاط کی وجہ سے تھا۔ روحانیت کے لحاظ سے آپ اپنی آخری عمر میں پہلی عمر کی نسبت کہیں سے کہیں نکل چکے تھے۔ ابتدائی زندگی میں جس قدر الہام پندرہ برس میں ہوئے۔ آخری عمر میں ایک ایک سال میں اس سے زیادہ الہامات ہوئے۔ پس مومن وہی ہے۔ جس کی دوسری حالت ہمیشہ پہلی حالت سے اچھی ہو۔ ورنہ سمجھا جائیگا کہ جوانی کی عبادت محض رسمی اور نمائشی تھی۔ ورنہ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ جوانی کی عمر میں انسان تقویٰ اور نیکی کا ایک بیج بوئے۔ اور بڑھاپے میں وہ سو گنا نہ بڑھ جائے۔ انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ اور دیکھتا رہے کہ میرے اعمال کی حالت پہلے کی نسبت اچھی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایسا ملکہ رکھا ہے کہ وہ اگر ایک عرصہ تک اپنے نفس کا جائزہ لیتا رہے۔ تو اپنے اعمال کے تمام مخفی نقائص معلوم کر سکتا ہے۔ ایسی حالت میں شیطان کبھی اس پر حملہ کر کے اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ شیطان گھر کے چور کی طرح ہوتا ہے جو یکدم نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ آہستہ آہستہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اور اگر اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی عادت ہو تو شیطان بہت جلد پکڑا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ہم اپنے مخفی نقائص کو ان کے پیدا ہوتے ہی پکڑ لیں تو ان کو دور کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ لیکن اگر دیر تک احتساب نہ کریں اور نقائص جڑ پکڑ لیں۔ تو پھر انہیں دور کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر پچاس نمبر سے انچاس پر آ جائیں۔ تو آسانی سے دوبارہ پچاس پر آ سکتے ہیں۔ لیکن اگر نیکی کے پچاسویں نمبر سے گر کر دس نمبر پر آ جائیں۔ تو پھر اتنی بڑی کمی کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ روحانی بینائی ایسی چیز ہے کہ اسے جسقدر استعمال کریں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس سے اپنے وہ مخفی عیوب بھی نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ جو پہلے نظر نہ آتے تھے۔ یاد رکھو زندگی کا راستہ بڑا کٹھن ہے اگر ابتدائی عمر میں انسان بھٹک جائے۔ تو پھر بقیہ عمر بھر ایک حسرت اور ندامت دل میں رہتی ہے۔ لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے۔ اس لئے پھر انسان سوائے پچتانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ کہ انسان بچپن ہی سے نیکی کے رستے کو اختیار کرے اور پھر اس پر قائم رہے۔

بہائیوں کا ایک آیت سے غلط استدلال

قرآن مجید کی آیت يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ کی لطیف تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں ایک امر کی تدبیر کروں گا آسمان سے زمین کی طرف پھر وہ امر ایک دن میں میری طرف چڑھ آئیگا اسی دن کی مقدار انسانوں کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔ بہائی اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ایک ہزار سال تک اسلامی شریعت یعنی قرآن مجید منسوخ ہو جائیگا۔ اور پھر نئی شریعت نازل ہوگی۔ حالانکہ کسی صورت میں بھی یہ استدلال درست نہیں۔ قرآن مجید کے چڑھنے کے تین معنے ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ آہستہ آہستہ قرآن مجید کی سورتیں غائب ہونے لگ جائیں حتیٰ کہ ایک ہزار سال کے بعد سارے کا سارا قرآن مجید اڑ جائے۔ دوسرے معنے یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ قرآن مجید ظاہری لحاظ سے تو نہ غائب ہو۔ مگر اس کے احکام آہستہ آہستہ زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والے نہ رہیں۔ تیسرے معنے یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ قرآن مجید ظاہری لحاظ سے بھی قائم رہے۔ اس کے تمام احکام بھی ہمیشہ قابل عمل رہیں لیکن لوگ اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ ان تین معنوں کے سوا اور کوئی معنے میرے ذہن میں نہیں آئے۔ اگر کسی بہائی کو معلوم ہوں اور وہ پیش کرے۔ تو ان پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ اب پہلے معنے تو صراحتاً غلط ہیں۔ دوست دشمن سب مانتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی ظاہری صورت میں مکمل طور پر موجود ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ کچھ حصہ غائب ہو گیا۔ مگر وہ یہ نہیں مانتے کہ ہزار سال میں آہستہ آہستہ غائب ہوا۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ ابتدا میں ہی یک لخت غائب ہوا۔ دوسرے معنے کرنے کی صورت میں بہائیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کا کوئی ایسا حکم دکھائیں۔ جو آج قابل عمل نہ ہونے کی وجہ سے منسوخ ہو چکا ہو۔ تب ہم مان لینگے کہ واقعی اب نئی شریعت کی ضرورت ہے لیکن بہائی آج تک کوئی ایسا حکم قرآن مجید میں سے نہیں دکھا سکے۔ جو آج زمانہ کی ضروریات کو پورا نہ کرتا ہو۔ یا جس پر عمل نہ کیا جا سکتا ہو۔ اب تیسرے ہی معنے رہ جاتے ہیں۔ اور وہی صحیح ہیں۔ یعنی یہ کہ مسلمان قرآن مجید پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ شریعت تو مکمل صورت میں موجود ہوگی۔ لیکن لوگ اس پر عمل نہ کریں گے۔ یہ صورت ایسی ہے جسے سب مانتے ہیں۔ بہائی اور غیر احمدی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آج مسلمانوں نے قرآن مجید پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ان معنوں کی رو سے بہائی استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب شریعت قائم ہے۔ اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے۔ اور نہ ناقابل عمل تو پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم ایک نئی شریعت مانتے پھریں۔ جو شخص ایک اچھی بھلی چیز کو یونہی پھینک دے اسے تو دنیا پاگل کہے گی۔ [illegible]

سیرالیون (مغربی افریقہ) احمدیہ مشن کی سالانہ تبلیغی رپورٹ

از یکم مئی ۱۹۴۵ء تا ۳۱ اپریل ۱۹۴۶ء

لٹریچر اور مبلغین کے ذریعہ تبلیغ احمدیت

۷۳ افراد احمدیت میں داخل ہوئے

از مکرم مولوی محمد صدیق صاحب انچارج سیرالیون مشن

سیرالیون احمدیہ مشن کی سالانہ رپورٹ کا بقیہ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سیرالیون مشن کا مرکز "بو" ہر لحاظ سے مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ حکام اور پبلک کی نظر میں زیادہ سے زیادہ اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقامی احمدی احباب میں خدمت دین اور اشاعت احمدیت کا جوش بڑھتا جا رہا ہے۔ اور ان میں کئی ایک باقاعدہ تبلیغ میں حصہ لیتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اسکے عمدہ نتائج نکل رہے ہیں۔ اور مشن ہر لحاظ سے ترقی کرتا جا رہا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اپنا مزید فضل نازل کرے۔ اور احمدی مجاہدین اور مقامی مبلغین کو بیش از بیش اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (ایڈیٹر)

تبلیغی لٹریچر کی اشاعت

دوران سال میں اس مشن کے لئے ہم نے بیرون ہند سے تقریباً ۱۰۶ پونڈ کے تبلیغی عربی و انگریزی احمدیہ لٹریچر کے آرڈرز دیئے۔ جنمیں سے ۴۰ پونڈ کا قادیان سے ۲۶ پونڈ کا نائیجیریا یعنی مکرم و محترم حکیم فضل الرحمٰن صاحب سے ۲۰ پونڈ کا لنڈن احمدیہ مشن سے اور ۲۰ پونڈ کا کبابیر فلسطین سے منگایا۔ ان کتب میں سے ۳ حصے فروخت ہو چکے ہیں۔ اور ایک حصہ بطور سٹاک موجود ہے۔ قیمتاً فروخت کرنے کے علاوہ گورنمنٹ آفیسروں اور دیگر ضرورت مند اصحاب کو مفت لٹریچر بھی بھیجا گیا۔ بعض لائبریریوں کو بھی سلسلہ کی مشہور کتب پیش کی گئیں۔ اسی طرح تقریباً ۴۰۰ عربی و انگریزی ٹریکٹ مفت تقسیم کئے۔

لوکل اور مرکزی پریس میں مضامین

لوکل پریس یعنی اخبارات کے ایڈیٹروں سے اس سال تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور انکے اخباروں کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے سیاسی اور مذہبی خیالات کو پبلک کے سامنے لایا گیا۔ چنانچہ لوکل پریس کو دوران سال میں دس مضامین اور خطوط بغرض اشاعت ارسال کئے گئے۔ ان مضامین میں سے سات شائع ہوئے جنکی کاپیاں منگا کر تقسیم بھی کی گئیں۔ اسکے علاوہ "الفضل" "سن رائز" "ریویو آف ریلیجنز" "مسلم سن رائز" کو بھی مضامین ارسال کئے گئے۔ جنمیں سے اکثر شائع ہو گئے۔ سلسلے کے انگریزی اخبارات کے خریدار بنانے کی اس سال خاص کوشش کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں مسلم سن رائز کے لئے ۵ سن رائز کے لئے ۶ ریویو آف ریلیجنز کے لئے ۵ خریدار مہیا کئے۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ کا انگریزی ترجمہ "پیغام مسیح" اور پیشگوئی متعلق مسٹر ماریسن "جناب شمس صاحب سے منگا کر یہاں کے تمام گورنمنٹ آفیسر اور گورنروں کو ارسال کئے جنکا اکثر نے جواباً شکریہ ادا کیا۔

تبلیغ کے لئے ایک ماہ وقف کرنیوالے وفود

اس سال میری تحریک پر ۱۲ مخلص احمدیوں نے دوران سال میں ایک ماہ تبلیغ کے لئے دینے کے وعدے کئے چار افراد بعض وجوہ کی بنا پر ایفائے وعدہ نہ کر سکے۔ بقیہ آٹھ کے چار وفود بنا کر مع لٹریچر پیدل تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ انکے یہ دورے تبلیغی لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ بہت کامیاب رہے ۹ افراد ان کے ذریعہ جماعت میں داخل ہوئے۔ ۲۸ پونڈ کا انہوں نے لٹریچر فروخت کیا۔ اور ۱۹ پونڈ کے قریب انہوں نے "بو" احمدیہ سکول کی عمارت کے لئے غیر احمدی اور بعض احمدی احباب سے چندہ جمع کیا۔ ان ہر چہار وفود نے مجموعی طور پر ۸۲۴ میل پیدل اور ۱۰۰ میل بذریعہ لاری سفر کیا۔

آفیسروں سے ملاقات

چونکہ اس سال بعض چیفوں کی طرف سے ہماری جماعتوں کو احمدیت کی وجہ سے سخت تکالیف دی جاتی رہیں۔ اس لئے خاکسار اور چوہدری احسان الٰہی صاحب نے پانچ دفعہ ڈویژنل کمشنر صاحب سے اور چار دفعہ ڈسٹرکٹ کمشنر کینیما سے ملاقاتیں کیں احمدیہ سکول "بو" کے ضمن میں سات دفعہ ایجوکیشن آفیسر صاحب اور دو دفعہ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن صاحب بہادر سے انٹرویو کیا۔ اسکے علاوہ ڈی سی "بو" اور میڈیکل آفیسر اور سینئر میڈیکل آفیسر پرنسپل گورنمنٹ بو سکول پرنسپل جالہ گورنمنٹ کالج اور پراونشل انجینئر صاحبان سے بھی کئی دفعہ ملاقاتیں کیں۔ اور بعض کو زبانی اور بعض کو زبانی گفتگو کے بعد بذریعہ خط و کتابت اور کتب بھی تبلیغ کی۔

خط و کتابت

جوں جوں احمدیت اس ملک میں ترقی کرتی جاتی۔ اور مشن وسیع ہوتا جاتا ہے۔ ہمارا کام اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ چنانچہ دوران سال میں کم و بیش ۹۱۹ خط ارسال کئے گئے۔ جنمیں سے ۱۱۹ آفیشل اور باقی غیر آفیشل تھے۔ جنمیں سے اکثر تبلیغی تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ تعداد صرف انہی خطوط کی ہے۔ جو سیرالیون کے مرکزی مشن بو اور مشنری انچارج سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ دوسرے مبلغین اور دیگر لوکل عہدیداروں کی خط و کتابت کا ریکارڈ سنٹرل مرکز میں نہیں آتا۔ اب ہر مبلغ کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنی رپورٹوں کے ساتھ اس قسم کے ریکارڈ بھی ارسال کیا کریں۔

بو احمدیہ سکول کی شاندار عمارت

اس سال جماعت کے مرکزی سکول جو بو میں ہے کی تعلیمی ضروریات اور بو شہر کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جنوری ۱۹۴۶ء میں ۹۵ فٹ لمبی اور ۵۰ فٹ چوڑی ہندوستان کی عمارتوں کی طرز کی پکی عمارت بنانی شروع کی گئی۔ عمارت شروع کرنے سے پہلے لوکل اور بیرونی اور ہندوستان کی جماعتوں میں اس بارہ میں چندہ کی تحریک کی گئی۔ اور بفضلہ تعالیٰ ۸۰۰ پونڈ کے قریب جمع ہو گیا۔ جس سے بلڈنگ شروع کی گئی جسپر ۱۰۰۰ پونڈ خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔ جسمیں تقریباً ۲۵۰ پونڈ کا عمارتی سامان ۱۹۴۴ء سے موجود تھا۔ اور باقی فی الحال قرضہ لے کر خرچ کیا جا رہا ہے۔ اور ساتھ ساتھ چندے کی تحریک بھی جاری ہے۔ امید ہے ۱۹۴۶ء کے آخر تک یا ۱۹۴۷ء کے شروع تک اللہ تعالیٰ ہمیں یہ قرضہ اتارنے کی توفیق دے دیگا۔ اس ضمن میں ۹ پاؤنڈ مکرم جناب شمس صاحب نے جماعت لنڈن کی طرف سے ۱۰ پاؤنڈ مکرم منیر الحصنی صاحب نے جماعت سوریا کی طرف سے ۱۰ پاؤنڈ ۱۰ شلنگ مکرم جناب حکیم فضل الرحمٰن صاحب نے جماعت نائیجیریا کی طرف سے ۱۰ پاؤنڈ جناب ڈاکٹر لال الدین صاحب نے کمپالہ سے ۵ پاؤنڈ مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر نے گولڈ کوسٹ کی طرف سے ارسال فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ عمارت کا اکثر حصہ بن چکا ہے۔ اور امید ہے ان شاء اللہ ایک ماہ تک مکمل ہو جائیگی۔ اس ضمن میں مکرم مسٹر علی روجرز صاحب امیر جماعت "بو" اور مسٹر علی مصطفےٰ صاحب ساکن بو میری خاص طور پر مدد فرما رہے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص اور عمر میں زیادتی کرے۔ آمین۔ اب تک جناب ڈائرکٹر آف ایجوکیشن نیز ایجوکیشن آفیسر میڈیکل آفیسر چیف کمشنر پروٹکٹوریٹ اور بعض اور گورنمنٹ آفیسر اس عمارت کے معائنہ کے لئے کئی بار آ چکے ہیں۔ اور بہت اچھی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

چار مخلص احمدیوں کی ناگہانی وفات

دوران سال میں چار مخلص احمدی بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ سب سے پہلے مسٹر عثمان کمارا جنہوں نے پروٹکٹوریٹ میں سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ اور جماعت کے اول ترین مخلصین میں سے تھے۔ سل کی بیماری سے کینیما ہسپتال میں وفات پا گئے۔ اس کے بعد بو کی جماعت کے ایک مخلص دوست مسٹر عمران ٹیلر فوت ہو گئے۔ پھر سیرالیون کے سب سے زیادہ تعلیم یافتہ مخلص اور امیر احمدی بھائی مکرم مسٹر اے ایم بشیر تقی صاحب رئیس آف متوتو کا پیرامونٹ چیف بننے سے ایک ہفتہ پہلے اچانک بعارضہ نمونیہ اپنے خدا سے جا ملے اب انکے بڑے بیٹے انکی جگہ متوتو کا میں حکمران ہیں اور وہ بھی احمدیت کے بہت قریب ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انکو بھی اپنے باپ مرحوم کیطرح مخلص احمدی بنائے۔ مسٹر تقی صاحب کی وفات کے بعد ایک پرانے مخلص احمدی مسٹر بشیر الدین جو عیسائیت سے مسلمان ہوئے تھے۔ اور بو احمدیہ جماعت کے امیر تھے۔ تقریباً ایک ماہ بیمار رہ کر بو ہسپتال میں فوت ہو گئے۔ سیرالیون کی جماعت کی موجودہ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان احباب کی وفات جماعت کے لئے ایک بہت بڑا نقصان اور صدمہ ہے۔ یہ احباب سیرالیون کے دس اول ترین اور مخلص ترین احباب میں سے تھے۔ خصوصاً مسٹر تقی صاحب اول درجہ کے مخلص تھے۔ مگر خدا کی باریک در باریک حکمتیں ہم نہیں جان سکتے۔ نامعلوم اسکے نزدیک انکی وفات میں جماعت کے لئے کونسی خاص بہتری مدنظر ہو جسکا آئندہ ظہور ہو۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت کرے اور درجات بلند کرے۔ اور جماعت کو انکا نعم البدل عطا فرمائے۔

تبلیغ کے لئے سفر

اس وقت سیرالیون میں پانچ مرکزی مبلغ اور دو لوکل مبلغ ہیں۔ اس سال سیرالیون میں تبلیغ کے لئے انہوں نے کل ۶۹۱۸ میل سفر کیا۔ جس میں سے ۳۹۰۳ میل سفر مرکزی مبلغین نے کیا۔ ۴۵۷ میل پیدل اور ۳۴۴۶ میل بذریعہ گاڑی لاری و لانچ وغیرہ کیا گیا۔ اور ۲۰۸۷ میل سفر دو لوکل مبلغین نے کیا۔ جو ۴۸۶ میل پیدل اور ۱۶۰۳ میل بذریعہ لاری و ریل گاڑی کیا۔ اور ۹۲۴ میل آنریری مبلغین نے کیا۔ جنہوں نے ایک ایک ماہ تبلیغ کے لئے دیا تھا۔ جو ۸۲۴ میل پیدل اور ۱۰۰ میل بذریعہ لاری و ریل گاڑی تھا۔

نومبایعین: دوران سال پر ۷۳ افراد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جن میں سے ۱۷ لوکل مبلغین کے ذریعہ احمدی

سکھ اور مسلمان

(از سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹ)

برٹش کیبنٹ مشن کے اعلان کے بعد ہمارے سکھ بھائیوں نے بڑے زور کے ساتھ یہ شور مچانا شروع کیا ہے۔ کہ مشن نے ان کے حقوق کو پامال کیا۔ ان کے ساتھ ظلم اور ناانصافی ہوئی۔ ان کو مسلمانوں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ دھمکیاں بھی دی جارہی ہیں۔ کہ سکھ اس کو قبول نہیں کرینگے۔ مورچے قائم کرنے اور جان لڑا دینے کے ارادہ کا اظہار بھی کیا جارہا ہے۔ بعض مسلمان اخبار اس پر چیں بجبیں ہو رہے ہیں۔ دھمکیوں کے مقابلہ میں اینٹ کا جواب پتھر کے اصول پر عمل پیرا ہو کر درشت الفاظ بھی استعمال کر رہے ہیں۔ تمسخر اور استہزاء سے بھی کام لے رہے ہیں۔ مگر یہ سب صورتیں نہ تو کسی کی قومی زندگی یا وقار کو فائدہ دینے والی ہیں۔ نہ ملک کے امن کو ہی سازگار ہیں۔ چاہیئے کہ اس سارے معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔

سکھوں کے مطالبات میں گورنمنٹ اور ہندوؤں کا ہاتھ

سب سے پہلے ہم مسلمان اخبارات سے عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ غور کریں سکھ صاحبان کو یہ شکایات کن حالات میں پیدا ہوئیں۔ عرصہ سے گورنمنٹ برطانیہ سکھوں سے فوجی امداد حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ امتیازی سلوک کر رہی ہے۔ ان کی اہمیت کو ان کے حصہ سے بہت زیادہ بڑھا دیا گیا۔ اقلیتوں کے تحفظ کے نام پر کونسلوں کی رکنیت میں ان کو بہت زیادہ حصہ دیا گیا۔ ان کی فوجی خدمات کے صلہ میں برتری کے سلوک کے وعدے ان سے کئے گئے۔ سرکاری ملازمت میں ان کو بہت زیادہ حصہ دیا گیا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے مقابل میں سکھوں کو استعمال کرنے کے لئے ان کو اپنا جزو اور اپنی قوم کا حصہ بنانا چاہا۔ سکھ جانتے تھے کہ مذہبی لحاظ سے وہ ایک بالکل الگ قوم ہیں۔ ان کی توحید ان کا پرچار۔ کل مذہبوں کی ابتداء خدا کی طرف سے ماننا۔ ذات پات کا امتیاز نہ ہونا یہ ایسی امتیازی باتیں ہیں۔ جو ہندو قومیت سے ان کو بالکل الگ کرتی ہیں۔ اور اسی بناء پر انہوں نے ہندو قوم کا جزو ہونے سے انکار کر دیا۔ اور الگ قومیت تسلیم کئے جانے کا مطالبہ کیا۔

سکھوں کا ہیجان

کانگرس نے ان کے ساتھ بہت سے وعدے کئے۔ کہ اگر وہ مسلمانوں کی مخالفت پر تلے رہے۔ تو ان کو مراعات دی جائیں گی۔ چونکہ سکھ ہندوؤں سے ہی نکل کر الگ قوم بنے تھے۔ ان کے رجحانات طبعاً ان کی طرف تھے۔ ہندو اکثریت میں تھے۔ اس لئے سکھوں کو طبعاً ان کے ساتھ رہنے میں اپنا مفاد نظر آیا۔ مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان آویزشوں کی غلط تاریخ عمداً پیش کر کے باہمی عناد کو تقویت دے کر اغراض رکھنے والے سیاست دانوں نے ایک طرف مسلمانوں سے سکھوں کی نفرت بڑھائی۔ اور دوسری طرف ان کو خود وعدے دیئے۔ ان حالات میں لازمی تھا۔ کہ واقعات جب اپنی اصلی شکل میں سامنے آئیں۔ تو سکھ قوم میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں اور سکھوں کو ٹھنڈے دل سے ان حالات پر غور کرنا چاہیئے۔

اول ہم مسلمان پریس کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ان تمام امور پر غور کر کے وہ یہ اندازہ کریں۔ کہ سکھ اس روش میں کس حد تک معذور ہیں۔ اور ان کے ساتھ کس طرح سلوک ہونا چاہیئے۔ ہمیں طنز اور تمسخر اور استہزاء کا طریق نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ متانت۔ سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے۔ اس سے کبھی اچھا نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن کریم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ قرآن کریم کے اس حکم کو ہمیں سامنے رکھنا چاہیئے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ اپنے رب کے (سیدھے) راستہ کی طرف حکمت اور خوبصورت وعظ کے ذریعہ بلاؤ۔ اور بحث (گفتگو) ایسے طریق پر کرو۔ جو سب سے خوبصورت اور بھلا لگنے والا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہم اس رواداری اور محبت کو پیش کریں۔ جو ہم پر دیگر اقوام کے متعلق خدا اور اس کے رسول نے فرض کی ہے۔ اور اس طرح اپنی بلند انسانیت پیش کر کے محبت و ہمدردی کا اور مساوات کا ثبوت دیں۔ نفرت کا جواب نفرت و حقارت سے کبھی نیک نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ بھائی اگر غلطی خوردہ ہو۔ تو غلطی کے جتانے میں بھی محبت و ہمدردی کا پہلو ہونا چاہیئے۔ نہ کہ انتقام اور نفرت کا۔

سکھ صاحبان کو مشورہ

ابھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کیبنٹ مشن کی کوششوں کے نتائج کیا ہوں۔ بہرحال ابھی اس معشوق آزادی تک پہنچنے کے لئے بہت سے مراحل ہیں۔ جن کو حاصل شدہ سمجھ کر قبل از وقت ہی یہ کشمکش شروع ہو رہی ہے۔ لیکن پھر بھی ملک کے امن اور انسانیت کے نام پر ہم سکھ بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ ایسی روش اختیار کریں۔ جو ساری دنیا کے تسلیم کردہ قواعد کے منافی نہ ہو۔ ایسے امور پر اظہار جوش کر کے جس کے ساتھ حالات زمانہ کے مطابق دلائل کی طاقت نہ ہو۔ ملک کے امن اور اپنے وقار کو رسوا نہ کریں۔

انقلاب

زمانہ میں ایک انقلاب آچکا ہے۔ پرانے اصول کو دنیا خیرباد کہہ چکی ہے۔ حکومت اور امتیاز کے بت کو زمانہ نے توڑ دیا ہے۔ مراعات کا اصول دنیا میں اب ذلیل و خوار ہو چکا۔ اس کا سکہ مٹ چکا۔ اب دنیا میں قوموں کے لئے "زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو" کے اصول پر صرف اپنی تعداد کے مطابق حقوق طلب کرنے کا اصول قائم کیا جا چکا ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی جماعت کو آزادی کے ساتھ اپنے دائرہ کے اندر رہنے کا حق ہے۔ مگر کسی دوسرے کے حق کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرنے کا حق نہیں۔ اگر کوئی طاقتور ہے۔ تو اس طاقت کے ذریعہ کمزور کو اپنے فائدے کے لئے استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کمزور ہے تو اس کو اپنے آپ کو طاقتور بنانے کا حق ہے۔ لیکن دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنی طاقت بڑھانے کا حق اسے نہیں ہے۔ پس جب وہ دور بدل گیا۔ وہ سکہ پرانا ہو گیا۔ تو اب مراعات یا وعدے اس زمانہ کے انگریزوں یا ہندوؤں کو یاد دلانا اور امتیازی سلوک اور مراعات کا تقاضا کر کے دوسروں کو شرمندہ کرنا۔ ملک کے امن کو خطرہ میں ڈالنا اور اپنے وقار کو دنیا کی نظروں میں کم کرنے کے سوائے کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ حکومتوں اور قوموں کے وعدے اپنی قوت اور اپنے قیام کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں۔ جب برطانیہ اپنی قوت اور اختیار سے دست بردار ہو گیا۔ تو اس کے وعدے کہاں اور ان کا ذکر کہاں۔

صحیح مسلک

پس صحیح مسلک یہی ہے کہ
"چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسمان گاتا نہیں"
جس اصول کو دنیا نے حق تسلیم کیا ہے۔ اس کے خلاف عمل نہ کرو۔ باہمی نفرت و حقارت کے جذبات کو جو اعتراض کے ماتحت بیرونی تاثرات کی پیداوار ہیں۔ ترک کر کے سب ملکی بھائیوں کو بھائی سمجھو اور زور اور تشدد کی دھمکیوں کی بجائے محبت و آشتی کی فضا میں رہنے کا راستہ اختیار کرو۔ غور کرو واقعات کس طرف بلا رہے ہیں۔

حقیقت الامر

سکھ ایک علیحدہ قوم ہے۔ جس کو قومی حیثیت میں آزاد رہنے کا حق حاصل ہے۔ مگر کہاں صاف ظاہر ہے کہ پنجاب سے باہر سکھوں کی تعداد کسی گنتی میں آنے کے قابل نہیں۔ نہ وہ کسی بناء پر وہاں اپنی نیابت طلب کر سکتے ہیں۔ پس ان کا معاملہ صرف صوبائی معاملہ ہے۔ جو پنجاب سے تعلق رکھتا ہے۔ ہندوستان کی حفاظت میں ان کی فوجی خدمات کی بناء پر ان کا معاملہ ہندوستان کا معاملہ سمجھا جانے کا سوال ساری دنیا کی تبدیل شدہ ذہنیت اور اصول کے سامنے وہی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے گورکھا ہندوستان کی حکومت کا مطالبہ کرے۔ جو فوجی امتیاز سکھوں کو حاصل ہے۔ وہ بہرحال فوجی لحاظ سے حاصل رہے گا۔ لیکن حکومت کی تشکیل اسی اصول پر ہو گی۔ جس کو ساری دنیا صحیح قرار دے رہی ہے۔ اور جس کو سکھوں کی آزادی کے منافی نہیں کہا جا سکتا۔ پس تشکیل حکومت میں ان کا معاملہ صرف صوبہ پنجاب کے ساتھ اشتراک رکھتا ہے۔ اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اول۔ جس علاقہ میں سکھوں کی اکثریت ہو وہاں ایک آزاد سکھ ریاست قائم ہو جائے۔

(۲) جس طرح اب مسلم لیگ نے سنٹر کی حکومت کے ساتھ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے ٹھوس تجاویز کی شرط سے مشروط تعاون منظور کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اسی طرح سکھ صاحبان صوبہ کی اکثریت کے ساتھ اپنی آزادی کی ضمانت کی شرائط کے ساتھ تعاون کریں۔ مگر نہ ایسے طریق پر کہ دوسروں کے حقوق میں کمی آئے۔

168

یہ دونوں راستے سکھ صاحبان کے لئے کھلے ہیں میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر مسلمان اپنے دل سے اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ سکھ اس لحاظ سے کہ وہ قرآن کو بھی الہامی کتاب مانتے ہیں۔ اور یہ ان کی مقدس کتابوں کی تعلیم ہے سکھ موحد ہیں سکھ تبدیل مذہب کو جائز سمجھتے ہیں۔ سکھوں میں ذات پات نہیں اور اور بہت سی باتوں اور مذہبی تعلیم میں یکسانیت کے لحاظ سے ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ اور گذشتہ صدی میں جو نفرت اور حقارت ان کے درمیان پیدا کی گئی ہے اس کو ذرا بدلنے کی دیر ہے۔ یہ اسی طرح بھائی بھائی ہو جائیں گے جس طرح اوچ کے مسلمان اور گورو گوبند سنگھ جی کے گہرے تعلقات تھے۔

مسلمان کسی رنگ میں بھی سکھ کی آزادی حقوق کے راستہ میں مزاحم نہیں ہوگا۔ خواہ وہ علیحدہ ریاست طلب کریں یا تحفظات کے ساتھ تعاون کا راستہ اختیار کریں۔

پس دھمکیوں اور کشمکش کو چھوڑ کر باہمی برادرانہ طریق پر صوبہ کی اکثریت کے ساتھ وہ مفاہمت کر سکتے ہیں۔ یہی امن کی راہ ہے اس پر پنجاب کا امن اور ترقی ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے تحفظ امن اور ترقی کا دارومدار ہے مسلمان کبھی وہ چیز اپنے بھائی کے لئے پسند نہیں کرے گا جس کو وہ خود پسند نہیں کرتا۔ جو حق وہ ہندوستان کی اکثریت سے خود مانگتا ہے وہ سکھ کو دینے سے انکار نہیں کرے گا۔ محبت کی راہ اسلام نے بھی سکھوائی ہے اور سکھ مذہب نے بھی۔ پس اس کو اختیار کرو۔

سکھ اور مسلمان میں ایک عجیب اشتراک

اس وقت دنیا کی تہذیب و تمدن کی بنا کے قائم کرنے پر تمام دنیا غور کر رہی ہے۔ مذاہب کے اختلافات نے دنیا کو مذہب سے بیزار کر دیا ہے۔ اور تمام دنیا اس اصول کی طرف جھک گئی ہے کہ دنیا کے نظام میں مذہب کی راہنمائی کی بیخ و بنیاد کو اکھاڑ دو۔ تجربات پر نظام عالم کی بنیاد رکھو۔ یہ نظریہ تمام دنیا نے قبول کر لیا اور کانگرس نے بھی اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تمام دنیا نے پکار پکار کر کہنا شروع کر دیا کہ سیاسیات میں مذہب کو دخل نہیں۔ تمدن و تہذیب کے قوانین جو کثرت رائے سے بنیں مذہب کے احکام کو پس پشت ڈالتے ہوئے ملک کا ہر باشندہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔

اب صرف مسلمان اور سکھ ہی ہیں جو اپنے اپنے مذہب کے تمدن اور تہذیب کو قائم رکھنے پر اڑے ہوئے ہیں۔ جو یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالے کی بادشاہت کو دھکا نہیں دیا جا سکتا۔ جو بات مذہباً خدا کی طرف سے ان کو بتائی گئی۔ اپنے تمدن و تہذیب میں وہ اس کو اپنا راہ نما ضرور بنائیں گے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے۔ کہ قوانین تہذیب و تمدن میں ہر فرد اور قوم اپنے اپنے مذہب کی پیروی کر سکتی ہے۔ اور یہ امر اتحاد بین الملل میں کوئی رخنہ انداز نہیں ہو سکتا۔ نہ شہریت کے حقوق پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ تو پھر مذہبی اختلاف رحمت بن جاتا ہے۔ صحیح آزادی تو ضمیر کی آزادی ہے، اگر وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ پس ایک طرف تو تمام دنیا ہے جو کہہ رہی ہے کہ خدا کا نام نظام عالم سے خارج کر دو۔ دوسری طرف مسلمان اس بات پر اصرار کر رہا ہے کہ ایک ہستی جو کائنات کی خالق ہے اس کی الہامی راہنمائی ہم نہیں چھوڑیں گے۔ سکھ صاحبان خود غور کر لیں کہ ان کی قومیت جس کی بنا سکھ مذہب پر ہے کس اصول کا ساتھ دینے کا تقاضا کرتی ہے مشرک اور دہریہ دنیا کو اپنے تجربات کرنے دو۔ کائنات کے مالک کی راہنمائی اختیار کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس اصول پر اکٹھے ہو کر اپنے تجربات دنیا میں پیش کر کے دکھا دیں۔ کہ انسانی تجربات سے خدا کی راہنمائی فائق ہے۔

اس وقت واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ سکھ اور مسلم اتحاد صوبہ پنجاب کے امن کا واحد ضامن ہے۔ صوبہ پنجاب کا امن اور اس کی متحدہ قوت ہندوستان کے امن کی ضامن ہے۔ اور ہندوستان کی آزادی دنیا کے امن کی بہت بڑی ذمہ داری اپنے اندر رکھتی ہے۔ غور کرو یہ چھوٹا سا بیج کتنے بڑے درخت اور کتنی بڑی نعمت کو پیدا کرنے والا ہے۔

یہ حقیقت سکھ صاحبان کو کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ تمام دنیا جس اصول کو اپنا چکی ہے۔ اس کے خلاف مراعات اور امتیاز کا مطالبہ آخر میں سوائے خفت کے کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ جوش اور نفرت اور نقض امن سے بہتر نتائج کبھی پیدا نہیں ہوں گے۔ بلکہ یقینی نقصان ۴

کیا مذہب انسانی خواہشات کا تابع ہو سکتا ہے؟

وہ لوگ جو بظاہر ضرورت مذہب کے قائل ہوتے ہیں۔ اور مذہب کا منکر کہلانا پسند نہیں کرتے۔ انبیاء کے مقابل بعض اس قسم کے اعتراض پیش کرتے ہیں یا اس قسم کے نقصوں کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں۔ جن سے بظاہر ان کا مذہب کا منکر ہونا لازم نہیں آتا۔ لیکن اس طریق پر وہ آسمانی تعلیم سے روگردانی بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا ہر اعتراض نفسانیت کا آئینہ دار اور ان کا فلسفہ خواہشات کا مرقع ہوتا ہے درحقیقت یہ لوگ اپنے ظاہری علم یا جھوٹے تقدس پر نازاں ہوتے ہیں۔ اور اس امر کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ انہیں ایک ایسے دین کی طرف بلایا جائے جس میں خواہشات کو کسی حد تک قربان کرنا پڑے۔ بلکہ وہ اپنے نبی کی تعلیم کو خواہشات کے ترازو میں تولنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور ہر اس بات کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جو ان کی مرضی کے خلاف ہو۔ ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالے فرماتا ہے افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم (البقرہ ع۱۱) کہ جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس ایسی تعلیم لے کر آیا جو تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف تھی۔ تو تم نے تکبر سے کام لے کر اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ نیز اللہ تعالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر (البقرہ ع۱۴) کہ دیکھ اے نبی! اب جبکہ تجھے اچھی طرح علم ہو چکا ہے کہ یہ لوگ محض خواہشات کے غلام ہیں۔ اور ہدایت اور تقویٰ سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور سچی ہدایت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ کو عطا کی گئی ہے۔ تو ان کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کر ورنہ تو اللہ تعالے کی رضا اور اس کی مدد اور نصرت کو کھو بیٹھے گا۔

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ دین حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو۔ اس میں انسانی تصرف کا قطعاً دخل نہیں ہوتا۔ اور انبیاء کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینا ہوتا ہے۔ جو لوگ مذہب کو اپنی خواہشات کا تابع بنانا چاہتے ہیں۔ درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ سے منہ موڑ رہے ہوتے ہیں۔

یہ سمجھانے کے لئے کہ مذہب انسانی خواہشات کے تابع کیوں نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموٰت والارض ومن فیھن (المومنون ع۴) کہ اگر حق انسانی خواہشات کے تابع ہو جائے تو تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے اندر پایا جاتا ہے بگڑ کر رہ جائے اس آیت میں وہ لوگ خاص طور پر مخاطب ہیں جو دنیوی علوم میں تو حیرت انگیز ترقی کر چکے ہیں لیکن روحانی طور پر اس قدر پست ذہنیت کے مالک ہیں کہ ان کو فیشن اور آرام مذہب سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ چنانچہ چند سال ہوئے جبکہ انگلستان کی عورتوں میں ننگے سر پھرنے کا رواج قائم ہو چکا تھا۔ اور انہوں نے گرجوں میں جانا اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ وہاں سر کو ڈھک کر جانا پڑتا تھا۔ پادریوں کو مجبوراً ان کی خواہش کے مطابق یہ اعلان کرنا پڑا کہ عورتیں ننگے سر بھی گرجوں میں جا سکتی ہیں۔ مگر کیا ایک سچا مذہب یوں لوگوں کی مرضی کا غلام بن سکتا ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ کیونکہ حق اگر انسانی خواہشات کا غلام ہو تو تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔

دنیا میں دو قسم کے نظام نظر آتے ہیں۔ اول مادی نظام۔ دوم روحانی نظام۔ یہ دونو نظام اپنی اپنی جگہ انتہائی مضبوط اور مکمل ہیں۔ اور ان دونوں میں ایک گہری مشابہت پائی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ دونوں ایک دوسرے کے متوازی چلتے ہیں۔ جس طرح مادی لحاظ سے ہماری کائنات بہت سے کروں کا مجموعہ ہے۔ اور سیارے اپنے اپنے سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی خود ان کے گرد ان کے چاند گھومتے چلے جاتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے ذروں سے لے کر بڑے سے بڑے اجرام فلکی تک حرکت اور گردش کا یہی نظام کام کر رہا ہے۔ اسی طرح روحانی نظام میں بھی انبیاء سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں جو اپنی امتوں کو صداقت کی روشنی سے منور کرتے ہیں اور وہ زمین کی طرح ان کے گرد چکر لگا رہی ہوتی ہیں۔

۴ اٹھانا پڑے گا۔ اور اگر وہ غور کریں۔ کہ یہ آشتی کا چھوٹا سا بیج کتنا بڑا درخت اور کتنی بڑی نعمت پیدا کرنے والا ہے۔ تو ان کی یہ دانشمندی ہمیشہ تاریخ کا سنہری

پھر اُس روشنی اور نور کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ بعض ایسے افراد کھڑا کرتا ہے جو مستنیر ماہتاب ہوتے ہیں۔ وہ اس نور کو سے لے کر جو براہ راست سورج سے ان کو حاصل ہوتا ہے اُمت کی طرف لپکتے ہیں۔ اور ایسے وقت میں اس کو تاریکی سے نجات بخشتے ہیں۔ جب کہ سورج کی روشنی سے دور جا چکی ہوتی ہے یعنی انبیا کی تعلیم کو بھلا چکی ہوتی ہے ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں نظام کس قدر منضبط اور مشابہ ہیں۔ بلکہ روحانی نظام کو کہیں زیادہ مخفی اور اہم پہلوؤں کا حامل ہے۔ اور اس مادی کائنات کا ہر ایک ذرہ اس عجیب اور پُراسرار نظام کی مختلف کڑیوں کی طرف محض ایک اشارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو ہماری روحانی تسکین اور حقیقی نجات کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ لیکن وہ روحانی نظام تو کجا یہ مادی نظام بھی انسانی دسترس سے بالکل باہر ہے۔ کیا انسان اس مادی کائنات کے ایک چھوٹے سے چھوٹے حصہ۔ ایک مچھر ایک مکھی کی ٹانگ۔ نہیں ایک ایٹم کو بھی بنا سکتا ہے؟ کیا انسانی نگاہ کائنات کے تمام مخفی پہلوؤں تک پہنچ چکی ہے؟ اور اگر وہ اس کے کسی حصہ کو بنا نہیں سکتا۔ تو کیا اس کے تمام اسرار اور عجائب کا نقشہ کھینچ سکتا ہے؟ اور اگر وہ باوجود خواہش اور صدیوں کی کوشش کے یہ بھی نہیں کر سکا۔ تو کیا وہ روحانی نظام کو اپنی خواہش کا غلام بنا سکتا ہے؟ کس قدر حکیمانہ جواب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وقت کے حاکم کو دیا جب اس نے یہ اعتراض کیا کہ میرے ایک اشارہ پر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ یا مجرموں کی جان بخشی کر دی جاتی ہے حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اگر تیرے اندر طاقت ہے۔ تو اُسے پھیر کر مغرب کی طرف سے لے آ (البقرع ۳۵)

پس اگر انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ مادی نظام کو اپنی نفسانیت کا غلام نہیں بنا سکتا۔ تو اس روحانی نظام کو کیونکر تابع بنا سکتا ہے۔ جس کے لطیف پہلو ظاہر بین نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل رہتے ہیں اگر انسانی فطرت اور انسانی تجربہ اور مشاہدہ مادی کائنات کے ہر حصہ اور شعبہ پر صرف اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ اور تصرف کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے تو کس قدر نادانی ہوگی۔ کہ انسان روحانیت کے اعلیٰ اور اکمل نظام پر خواہشات کی حکومت کو قائم رکھے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون ہ سیقولون للّٰہ قل افلا تذکرون ہ قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون ہ سیقولون اللّٰہ قل فانی تسحرون ہ (المومنون ع ۵)

جب یہ امر مسلم اور محقق ہے۔ کہ یہ زمین اور تمام اشیاء اور آسمان صرف اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ قدرت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا بنانے والا۔ اور ان کو ایک نظام کے ماتحت چلانے والا ہے۔ گویا سارا مادی نظام محض اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چل رہا ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے۔ اور عقل سلیم کیونکر مان سکتی ہے کہ روحانی نظام کا چلانے والا بھی اللہ تعالیٰ نہیں اور وہ بھی انسانی دخل اور مرضی سے اسی طرح آزاد نہیں جس طرح کہ مادی نظام کو تسلیم کیا جاتا ہے؟

دنیا میں دو قسم کے نظام کی موجودگی کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ "حق" کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اول جو مادی نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ دوم جو روحانی نظام سے تعلق رکھتا ہے اُس صداقت کو جو مادی کائنات کے اسرار اور عجائب کو ہم پر منکشف کرتی ہے "سائنس" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور وہ صداقت جو روحانی ارتقاء کی مخفی در مخفی راہوں کو ہم پر کھولتی ہے "مذہب" کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور قرآن مجید بلا تخصیص فرماتا ہے۔ کہ اگر اصولی طور پر صداقت کو انسانی خواہشات کے تابع کر دیا جائے۔ تو تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا (المومنون ع ۴) پس اگر سائنس نہایت سختی کے ساتھ اس قرآنی معیار پر پوری اُترے۔ تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ ایک سچا مذہب بھی ہرگز ہرگز انسانی خواہشات کے تابع نہیں ہو سکتا۔

گذشتہ جنگ عظیم میں جن بھیانک اور ہولناک تباہیوں کا باعث ہوئی ہے۔ ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی جس آزادی کے ساتھ خون کی ہولی کھیلی گئی۔ اور جس ارزانی کے ساتھ انسانی جانوں کو لٹایا گیا اُس کا تصور بھی ایک ناقابل بیان سی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ آبادیاں ویرانوں میں بدل گئیں۔ یہاں تک کہ چرند اور پرند بھی صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئے۔ تباہ شدہ علاقوں پر گویا آسمان ٹوٹ پڑا۔ اور زمین تہ و بالا ہو گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ جہاں تک مادی دنیا کا تعلق ہے۔ ہمارے پاس اسکا یہی جواب ہے۔ کہ مادہ کی عظیم الشان اور مخفی قوتوں کو ناجائز اور غلط طور پر استعمال کیا گیا۔ یعنی طاقتور قوموں کے اندر جاہ طلبی اور لالچ کا جذبہ اس قدر بڑھ گیا تھا۔ کہ انہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے سائنس سے غلاموں کا کام لینا شروع کر دیا۔ اور اس کا بھیانک نتیجہ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق تباہی اور بربادی کی شکل میں ہی ظاہر ہوا۔

یہ تو ایک ہنگامی مثال ہے۔ عام طور پر بھی سائنسی تحقیقات کو حکومتوں یا افراد کی خواہش کے ماتحت چلانا دنیائے سائنس میں ایک خطرناک جرم سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ قدرت کے مخفی عجائب جو بے شمار کیفیتوں اور صورتوں میں چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہر سائنسدان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ذوق اور فنی رجحان کے ماتحت جس طرف مناسب سمجھے اپنی تحقیقات کو لے جائے۔ ایک ہوشیار سائنسدان کو اسکے رجحان کے خلاف کسی تحقیقات پر لگانا یا کسی ایسے مسئلہ میں الجھا دینا جس سے اسکو کوئی دلچسپی نہیں ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک گائے کے بچھڑے کو بکری کے پستانوں سے دودھ چوسنے پر مجبور کیا جائے چنانچہ ڈاکٹر جان آر بیکر جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے شعبہ حیوانات میں لیکچرار ہیں۔ اپنی کتاب "دی سائنٹیفک لائف" میں لکھتے ہیں:۔

جو انکشافات عملاً انسان کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک آزاد سائنس کے ذریعہ ظہور میں آتے ہیں۔ جو مکمل خود مختاری کے ساتھ ہر ممکن طرف پیش قدمی کرتی ہے جس جگہ صرف مادی ضروریات پر ہی ساری توجہ کو مبذول کر دیا جائے اور سائنس ایک تنگ ماحول میں بری طرح محبوس ہو کر رہ جائے۔ وہاں وہ علمی اور عملی دونوں صورتوں میں انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ (ترجمہ از انگریزی)

پس ایسی صورت میں جبکہ سائنس کو انسانی مرضی کے ماتحت نہیں چلایا جا سکتا۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ اس طریق پر کائنات کے متعلق ہمارا علم محض غلط اور دھوکا بن کر رہ جائے۔ اور صحیح نتائج سے ہم کوسوں دور جا پڑیں اور بعد میں جا کر یہ ہمارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو۔ غلط تحقیق ہمیشہ ایک غلط نتیجہ پر پہنچے گی۔ اور غلط نتیجہ ایک غلط عقیدہ کو قائم کر دے گا۔ اور غلط عقیدہ ایک غلط دستور کا باعث ہوگا۔ جو حقیقی امن اور ایک متوازن نظام کیلئے یقیناً مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ مذہب جو حق ہے۔ جو کائنات روحانی کی انتہائی ٹھوس اور اٹل سائنس ہے انسان کی مرضی اور خواہش کا محکوم ہو؟ وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ہ

(خاکسار اخوند فیاض احمد واقف زندگی)

"ہم سب کو قحط دُور کرنے کیلئے لازمی طور پر کوشش کرنی چاہیئے"

—— مسز سروجنی نائیڈو

حیدرآباد (دکن) میں ۱۳ فروری کو تقریر کرتے ہوئے مسز نائیڈو نے کہا ۔ "آپ اس نازک موقع پر اپنی قوت عمل کا ثبوت دیں گے یا نہیں دیں گے۔ کیا اس طرح مُصیبت زدوں کی خدمت نہ کریں گے؟ خواہ وہ بڑے بڑے رئیس ہوں جو بڑی بڑی ریاستوں اور علاقوں پر حکمرانی کر رہے ہوں۔ خواہ وہ بھوکے کسان ہوں جو اپنے جھونپڑوں میں اپنے فلاکت زدہ بیوی اور بچوں کو فاقوں سے مرتا دیکھ رہے ہوں۔ لیکن ہندوستان کی قسمت ایک اور ناقابلِ تقسیم ہے اور کوئی فردِ بشر اس مصیبت کی گھڑی میں ناکامیاب رہنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ جب بھوکوں کی آوازیں تمہاری امداد کے لئے تمہیں بلا رہی ہوں تو اس کے مقابلے میں کوئی چیز زیادہ اہم نہیں ہے ۔"

بیان ۱۳ فروری

ہمارا عہد اور ہماری اپیل

اُن لوگوں سے جو کمی کے علاقہ میں رہتے ہیں ہم پوری امداد کا عہد کرتے ہیں۔ ملک کے تمام ذرائع و وسائل کو اکٹھا کر لیا گیا ہے۔ اور اُن کو امداد بہم پہنچائی جا رہی ہے۔ غذا کی کمی میں مساویانہ حصہ رسدی کا خیال رکھا جائے گا اور پورے ملک میں یکساں تقسیم ہوگی۔ راشننگ کو وسعت دیدی گئی ہے تاکہ ہر شخص اپنا صحیح حصہ پا سکے۔ قیمتوں کے کنٹرول کو سختی سے برقرار رکھا جائیگا۔ اس لئے آپ بھی پُرسکون رہیئے اور اعتماد کیجئے۔ ضرورت سے زیادہ نہ خریدئے۔ چور بازاریوں سے کوئی سروکار نہ رکھیئے۔

اُن لوگوں سے جو فاضل پیداوار کے علاقوں میں رہتے ہیں ہماری درخواست ہے کہ وہ پوری پوری طرح مدد کریں۔ اگر آپ سے اپنا فاضل غلہ دینے کیلئے کہا جائے تو بھی اُمید ہے پاس آپ کی ضرورتوں سے بہت زیادہ بچ رہے گا۔ اگر آپ کے شہر میں راشننگ جاری کر دیا جائے۔ تو یہ یاد رکھیئے کہ ایسا قدم صرف آپ کے ہموطنوں کی مدد کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی آپ کے پاس کافی اناج بچ رہے گا۔ چھوٹی سے چھوٹی مقدار میں ذخیرہ نہ کیجئے۔ حکومت کے ذمہ داروں سے تعاون کیجئے۔

تاجروں اور کاشتکاروں کو پیغام

آپ سے جس قدر اناج ممکن ہو سکے نکال دیجئے۔ اناج کی مقدار کا ہر من جو ذخیرہ کیا جائے اپنے بہت سے ہموطنوں کی موت کا سبب ہو سکتا ہے۔ صرف کنٹرول کی قیمتوں پر فروخت کیجئے جو آپ کے اور خریدار کے دونوں کے لئے مناسب ہیں۔ دوسروں کی مصیبت کے سہارے دولت کمانا ایک لعنت ہے۔

حکومت اور عوام نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ منافع بازوں اور چور بازاریوں کو ہر ممکن طاقت سے جو انہیں حاصل ہے کچل ڈالیں گے۔ چور بازار سے گریز کیجئے۔ یہ کام مجرمانہ ہے۔

> **غذائی بحران کو شکست دیجئے**
>
> ہر کوشش کیجئے — ہر حصہ لیجئے

گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے جاری کردہ